بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

TALIM - UL - ISLAM COLLEGE RABWAH

عِلم و عَمَل

ماہنامہ

انٹرنیٹ گزٹ

المنار

نومبر 2012ء

جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 11

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

53, Melrose Road, London, SW18 1LX

فون: 020 8877 5510 فیکس: 020 8877 9987

ای میل: ticassociation@gmail.com

مدیر: مقصود الحق

نائب مدیر: مبارک احمد صدیقی

منیجر: سید نصیر احمد

فرمان الٰہی

۞ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ﴿۵۷﴾

(سورۃ الاحزاب:۵۷)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

۞ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾

اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء:۱۰۸)

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۞ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

مجھے اخلاق حسنہ کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہے۔

(مؤطا امام مالک باب فی حسن الخلق)

۞ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق اور اطوار زندگی قرآن کریم کے عین مطابق تھے۔

(بیہقی۔ باب رویت فی شمائلہ۔ حدیقۃ الصالحین)

۞ جو مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے جب تک وہ اس کام میں لگا رہے، فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اب بندے کا اختیار ہے کہ وہ درود کم پڑھے یا زیادہ۔

(سنن ابن ماجہ)

۞ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ ادا کرنا ایسا حق ہے جو سوائے غلام، عورت، بچے اور مریض کے ہر ایک پر واجب ہے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وہ نور جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے دنیا میں آیا اور خدا کا مقدّس کلام قرآن شریف اس پر نازل ہوا اور ہم کو علمی اور عملی پاکیزگی کے لئے بھی راہیں دکھلائیں۔ پس اس عالی شان نبی اور اس کے آل و اصحاب پر ہماری طرف سے بے شمار درود اور سلام ہو۔ جس نے کروڑ ہا لوگوں کو تاریکی سے نکالا اور پلید عقیدوں اور قابل شرم عملوں اور نفرتی رسموں سے رہائی بخشی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ بَارِکۡ وَسَلِّمۡ۔ آمین۔

(آریہ دھرم صفحہ 2 روحانی خزائن جلد 10)

مصطفٰی پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کو دلوں میں سلگتا رکھنے کیلئے، اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بے شمار درود بھیجنا چاہئے۔ اس پُرفتن زمانے میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں ڈبوئے رکھنے کیلئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ﴿۵۷﴾ (سورۃ الاحزاب) اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجا کرو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 فروری 2006ء)

نعتیہ مشاعرہ بسلسلہ سیرۃ النبی ﷺ
اپنی تو عید ہوگئی!

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسلام اور ہمارے آقا محمد عربی ﷺ کے خلاف بنائی جانے والی گستاخانہ فلم ،کارٹون اور اسلام مخالف کتب و مضامین کی اشاعت پر جماعت کو جو حقیقی ردِّ عمل دکھانے کا ارشاد فرمایا اس کا ایک پہلو یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی حسین سیرت کو ساری دنیا میں پھیلا دیا جائے اور ہر ممکن طریق سے دنیا کو اس سے آگاہ کیا جائے۔ یہ نعتیہ مشاعرہ بھی اسی سمت میں ایک معمولی سا قدم ہے۔اصل میں ہماری منزل تو بہت آگے ہے۔ہمیں اپنی زندگیوں میں سیرت نبوی کی جھلک پیدا کرنی اور اپنے نیک نمونوں سے سیرت نبوی کو دنیا میں اجاگر کرنا ہے۔ یہ تھا ان الفاظ کا خلاصہ جو صدر صاحب اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب نے عیدالاضحیٰ کے روز منعقد ہونے والے نعتیہ مشاعرے کے موقعے پر کہے۔

اتفاق سے نشست مجھے ایسی جگہ ملی، جہاں سے نہ چاہتے ہوئے بھی نظر سامعین کے چہروں پر جا ہی پڑتی تھی۔ چہرے بھی وہ جن پر روحانی اور قلبی مسرّت ایک نا قابلِ بیان آب و تاب دِکھارہی تھی۔ آج کے دن چونکہ خوشی کی دو گھڑیاں یکجا ہورہی تھیں لہٰذا چہروں سے ٹپکتی ہوئی یہ خوشی کچھ بے جا بھی نہ تھی۔ ایک خوشی تو عید کی تھی اور دوسری اس بابرکت محفل کی۔ برطانیہ میں تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلباء کی ایسوسی ایشن کو اس بار عیدالاضحیٰ کی خوشیوں کو دوبالا کرنے کا یہ اچھوتا خیال آیا کہ عید کے دن آنحضرت ﷺ کی مدح میں ایک نعتیہ مشاعرے کا انعقاد کیا جائے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے یہ نعتیہ مشاعرہ 27 اکتوبر 2012 کو بعد نماز عشاء بیت الفتوح کے ناصر ہال میں منعقد ہوا۔ مستورات کے لئے بھی پردہ کی رعایت سے مشاعرہ سننے کا انتظام تھا۔

اس نعتیہ مشاعرے کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو مکرم سید نصیر احمد صاحب نے کی۔ مکرم صدر صاحب ایسوسی ایشن نے آج کی اس بابرکت مجلس کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد سب احباب کو خوش آمدید کہا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے یہ جدّت پیدا کی ہے کہ اس مشاعرے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت مصلحِ موعودؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کا عارفانہ نعتیہ کلام بھی خوش الحانی کے ساتھ وقتاً فوقتاً پیش کیا جاتا رہے گا۔

مہمان خصوصی مکرم لئیق احمد عابد صاحب تھے، جبکہ نظامت کے فرائض مکرم مبارک صدیقی صاحب نے ادا کئے۔ مشاعرے کا باقاعدہ آغاز حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے عارفانہ کلام ''ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے۔ کوئی دیں، دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے'' سے ہوا جو مکرم بلال محمود صاحب نے نہایت خوش الحانی سے پیش کیا۔ وقفے وقفے سے جن دیگر احباب کو آنحضرت ﷺ کی مدح میں خلفائے سلسلہ کا کلام خوش الحانی سے پیش

کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں مکرم عمر شریف صاحب، مکرم غلام سرور صاحب، مکرم مجاہد جاوید صاحب اور مکرم مرزا عبدالباسط صاحب شامل ہیں(اس بابرکت تقریب کو کامیاب بنانے میں دیگر منتظمین کے علاوہ مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب اور ان کی ٹیم فوٹو گرافی اور ویڈیو ریکارڈنگ میں مکرم مرزا ندیم احمد صاحب اور مکرم میاں صفدر علی صاحب کی ٹیم بطور خاص دلی شکریے کی مستحق ہے

جن شعراء کرام نے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا ان کے کلام میں سے منتخب اشعار ذیل میں ہدیۂ قارئین ہیں:

(مبارک صدیقی)

کسے ہجرتوں کا ملال ہے
کسے فرقتوں کا خیال ہے
جو گزر گئی تری یاد میں
وہی شام ،شامِ وصال ہے
ترا نام ہے ابھی زیرِ لب
یہ فضا ابھی سے گلاب ہے
یہ بھی جانتی ہے مری طرح
ترا نام لینا ثواب ہے

اہلِ دنیا کو نجانے اور کیا اچھا لگا
اہلِ دل کو بس محمد مصطفےٰؐ اچھا لگا
روشنی پر جان دینے پھر پتنگے آ گئے
شب گزیدہ قوم کو روشن دیا اچھا لگا
پیار کرنا جُرم ہے تو سُن زمانے غور سے
وہؐ ہمیں تھوڑا نہیں بے انتہا اچھا لگا

(چوہدری صفدر علی گجر)

میں ہوجاواں قربان محمدؐ عربی توں
دل جان دیاں میں وار محمدؐ عربی توں
کُل دنیا دے سردار محمدؐ عربی توں
کُل دنیا دے سردار محمدؐ عربی توں

(ڈاکٹر کاشف سمیع بھٹی)

درِ حبیبؐ پہ سرنگوں کروں تو اُٹھایا نہ جائے
یہ سرکسی اور در پہ مجھ سے جھکایا نہ جائے

(عبدالقدیر کوکب)

آؤ حُسنِ یارؐ کی باتیں کریں
اس کے عشق و پیار کی باتیں کریں
یاد جس کی ہے ہر اک دل میں مدام
ہم اسی دلدار کی باتیں کریں

(مقصودالحق)

ہر اک دولت جو دامن میں پڑی ہے
تیرے کُوچے کی برکت سے ملی ہے
کمالِ عشق ہے یا بندگی ہے
ترے قدموں کو چُھو لے جو، ولی ہے
اگر مِدحت نہ ہو خیر الوریٰؐ کی
تو پھر کس کام کی یہ شاعری ہے

(فاروق محمود)

دفعتاً غم سے یہ دل چیخ اُٹھا صلِّ علیٰ
اب تو ہر زخم سے اُٹھتی ہے صدا صلِّ علیٰ
ہم کو اُسلوبِ محبت یوں سکھاتا ہے کوئی
جس کے پڑھنے پہ کروڑوں نے پڑھا صلِّ علیٰ
رُخِ زیباؐ کی طرف تیر چلے ہیں پھر سے
دستِ طلحہؓ کی طرح ہاتھ بڑھا صلِّ علیٰ

(مبارک احمد ظفر)

یہ کائنات بنائی گئی ہے جس کے لئے
سنا ہے میں نے جہاں ذکر اس کا کرتے ہیں
یہاں میں آج بصد احترام آیا ہوں

یہ بزم سجائی گئی ہے جس کے لئے
فرشتے نور کی مشکیں لئے اترتے ہیں
میں آنحضورؐ کو کہنے سلام آیا ہوں

(لئیق احمد عابد)

میں نے آقاؐ کا نام لکھا ہے
نام لکھ کر درود بھیجا ہے
نعت تکمیل ہو نہیں سکتی

اور بصد احترام لکھا ہے
بعد اس کے سلام لکھا ہے
شعر تو صبح و شام لکھا ہے

(عطاء المجیب راشد)

محمدؐ کے سچّے غلاموں میں ہیں
محبت ہے دل میں سبھی کے لئے
عشقِ احمدؐ کا پھل ہے مسیح الزماں
یہ بھی ختمِ نبوّت کا فیضان ہے
میں سخنور نہیں ،میں تو کچھ بھی نہیں

جہاں میں کسی سے عداوت نہیں
کسی سے بھی دنیا میں نفرت نہیں
اپنے مہدی کی آمد ہوئی آپؐ سے
آج ہم کو خلافت ملی آپؐ سے
مجھ کو توفیقِ مِدحت ملی آپؐ سے

(جمیل الرحمٰن)

مری سانس چلتی جائے یونہی نامِ مصطفیٰ سے
مرا عشق نامکمل ، مری خواہشیں ادھوری
وہی کشتِ لن ترانی، وہی زندگی کا پانی

مجھے نسبتِ جنوں ہو سدا سیّد الوریٰ سے
مرا دل تڑپ رہا ہے اسی رنجِ بے نوا سے
وہی ابر جو اٹھا ہے کسی چشمۂ بقا سے

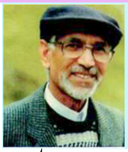

سہانا ماضی جو خواب بن گیا

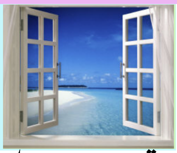

(حفیظ الرحمٰن واحد۔ ایڈنبرا)

تعلیم الاسلام کالج کو یاد کرنا ایک بہت ہی سہانا خواب دیکھنے کی طرح ہے۔ یہ کالج کیا تھا؟ اگر ملک بھر کے کالجوں کے دائرے کو ایک انگوٹھی متصور کر لیا جائے تو تعلیم الاسلام کالج اُس انگوٹھی کا جھلملاتا اور جگمگاتا ہوا انمول نگینہ تھا۔ افسوس کہ کم نظر اور کوتاہ فہم اربابِ حل وعقد نے اس گرانقدر تعلیمی ادارے کی پہچان اور قدر نہ کی۔ کون پاگل ہے جو اپنے ملک کے اسقدر قیمتی سرمایے کو خود اپنے ہاتھوں سے برباد اور ضائع کر دے۔ مگر ضد، تعصّب اور حسد نے دنیا میں کیا کیا اندھیر نہیں مچایا اور کیا کیا گل نہیں کھلائے۔ دوسروں کو زِک پہنچانے کا پاگل پن انسان کو اس قدر اندھا کر سکتا ہے؟ یقین نہیں آتا۔ کوئی علم دشمن اور ملک دشمن ہی ایسی مجنونانہ حرکت کر سکتا ہے۔ اللہ اس قوم کو ہدایت دے اور انہیں اپنے بُرے بھلے کی تمیز کرنے والا دماغ عطا کرے۔

تعلیم الاسلام کالج کا طالب علم نہ ہونے کے باوجود میں نے اس عظیم المرتبت ادارے سے وابستہ اپنی یادوں کو رقم کرنے کی خواہش کا اظہار ''المنار'' کے ایک گزشتہ شمارے میں کیا تھا۔ سو آج اپنے اسی وعدے کے ایفاء کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

تعلیم الاسلام کالج سے میرا ایک عمومی تعلق تو وہی ہے جو ربوہ کے رہنے والے ہر احمدی کا اس کالج کے ساتھ تھا۔ جس طرح ربوہ کی پاکیزہ روحانی اور سماجی زندگی کا اثر اس کالج کے ماحول پر پڑتا تھا، اسی طرح اس کالج کی علمی، ادبی اور تفریحی سرگرمیاں ربوہ کے باسیوں پر بھی اثر انداز ہوا کرتی تھیں۔ تعلیم الاسلام کالج میں جب بھی بین الکلیاتی مباحثوں، مشاعروں، اردو کانفرنسوں یا آل پاکستان ناصر باسکٹ بال ٹورنامنٹس کا انعقاد ہوتا تو اہلِ ربوہ ذوق وشوق کے ساتھ جوق در جوق اس میں شامل ہوتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ربوہ فقط ایک بستی ہی کا نام نہ تھا۔ یہ بستی تو ایک خاندان کی طرح تھی۔ اور ربوہ کا ہر باسی اس وسیع خاندان کا ایک زندہ فرد تھا۔ سو کالج کی ان تقریبات میں باہر سے آنے والا ہر مہمان اہالیانِ ربوہ کا بھی مہمان ہوا کرتا تھا اور کالج کی تقریبات اہالیانِ ربوہ کی اپنی تقریبات ہوا کرتی تھیں۔

مجھے یاد ہے جب کالج کی ایک تقریب میں شرکت کے لئے نامور ادبی اور صحافتی شخصیّت جناب مولانا عبدالمجید سالک تشریف لائے تو کالج کی عمارت سے باہر کھلی جگہ پر ایک بڑے شامیانے کے نیچے سٹیج تیار کیا گیا۔ چلئے Glamour کی بجائے طمطراق اور شان وشوکت کا لفظ استعمال کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ برقی قمقموں سے جگمگاتا ہوا سٹیج اور شامیانہ عجیب شان دکھلا رہا تھا۔ مولانا کے ہر شعر کے آخر پر ''ہم نہیں ہوں گے۔ ہم نہیں ہوں گے'' آتا تھا اور یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ اپنے پاؤں پر دائیں بائیں اس طرح دباؤ ڈالتے تو یوں لگتا جیسے جھومتے ہوئے خود بھی اپنے کلام سے محظوظ ہو رہے ہوں۔

جناب شیر افضل جعفری کو بھی کالج کے مشاعروں ہی میں دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔ ان کی غزل کے یہ 2 شعر مجھے آج بھی یاد ہیں:

بار میں جا کے تیرے مستانے　　ہرنیوں سے خمار لیتے ہیں
وہ کجاوے میں ڈول جائیں تو　　چاند تارے سہار لیتے ہیں

لگتا ہے شیر افضل جعفری صاحب سے اردو کا درس لینے والے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب پر بھی موصوف کی رومانی شاعری کا گونہ اثر اور کسی قدر پَرتو ضرور پڑا ہوگا۔ تبھی تو ایک مرتبہ ایک اخباری نمائندے کے پوچھنے پر کہ جھنگ شہر جو پہلے ''ہیر'' کی وجہ سے مشہور تھا کیا اب ڈاکٹر سلام سے مشہور نہ ہوگا؟ یہ سُن کر ڈاکٹر سلام صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا، دنیا میں نوبل انعام حاصل کرنے والے 325 مگر ''ہیر'' دنیا بھر میں ایک ہی ہے۔ اس باغ و بہار جواب سے محظوظ ہو کر وہ اخباری نمائندہ مسکراتے ہوئے مکرم ڈاکٹر سلام صاحب کو داد دئے بغیر نہ رہ سکا۔

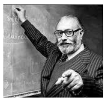

برادرِ اصغر مکرم جمیل الرحمٰن رفیق صاحب جو اُن دنوں کالج میں پڑھا کرتے تھے اور المنار کے مدیر بھی تھے (آجکل پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ ہیں) کی فرمائش پر مجھے المنار کے فرنٹ پیج کی ڈیزائننگ کرنی یاد ہے۔ اس حوالے سے المنار کے ساتھ میرا تعلق گو برائے نام ہی سہی مگر کچھ نہ کچھ تعلق تو بہر حال رہا ہے۔

کالج کے جن اساتذہ کے ساتھ میری جان پہچان رہی ہے ان میں بہت ہی پیارے پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب، آپ کی نظم ''تنہائی'' کی اُن دنوں بہت دھوم تھی۔ پروفیسر نصیر احمد خان صاحب، جن کا ہنستا مسکراتا چہرہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ ان کے علاوہ صوفی بشارت الرحمٰن صاحب، ''خوابوں کی حقیقت'' کے موضوع پر مسجد مبارک ربوہ میں ان کا بلند پایہ لیکچر خوب یاد ہے۔ مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب دھیمے لہجے والے اور بہت ہی منکسر المزاج۔ خالدِ احمدیت مولانا ابوالعطا صاحب، پروفیسر شیخ محبوب عالم خالد صاحب، پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب، ملک محمد عبداللہ صاحب، چوہدری محمد شریف خالد صاحب، محمد ابراہیم ناصر صاحب، عبدالرشید غنی صاحب، سیّد سلطان محمود شاہد صاحب، پروفیسر پرویز پروازی صاحب جو اُن دنوں تلامذہ میں سے تھے کے اسماء گرامی شامل ہیں۔

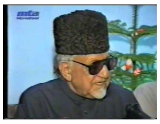

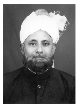

ان سب کے سربراہ اور روحِ رواں، ان کے سرخیل اور ستاروں کے جھرمٹ میں چاند کی مانند اپنی ٹھہری ہوئی پُرسکون روشنی سے منوّر کرنے والے کالج کے پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ، جن کو بھلانا کسی کے بس کی بات نہیں، آپ ایک ممتاز اور منفرد مقام رکھتے تھے، جو سب سے جدا اور سب سے الگ تھا۔

اتنے تاروں کے جھرمٹ میں
چاند نمایاں کیوں لگتا ہے؟

تاروں کے جھرمٹ میں اس اکیلے چاند کے ساتھ گزرے ہوئے حاصلِ زندگی لمحات کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ کسی وقت کروں گا۔ وباللہ التوفیق۔

خشک پودے

اپنی دِن رات کی دُعاؤں کو
تر کرو آنسوؤں کے پانی سے
آبیاری اگر نہ ہو اِن کی
خشک پودے تو پھل نہیں دیتے

(عبدالمنان ناہید)

جستہ جستہ

چار سورجوں والے سیارے کی دریافت

کہتے ہیں کہ شوق اپنا اپنا ہوتا ہے۔ کسی کا شوق تو تسخیری اور تعمیری ہوتا ہے اور کسی کا محض تفریح اور وقت گزاری کے لئے۔ ایری زونا کے رابرٹ گیگلیانو اور سان فرانسسکو کے کینن جیک ہماری طرح کے ہی انسان ہیں مگر ان کے تسخیری اور علمی شوق کی بدولت یہ نئی اور حیرت انگیز دریافت سامنے آئی ہے کہ ایک سیارے پر روشنی کا ذریعہ اس کے 4 سورج ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہم اس طرح کا ایک ایسا سیارہ ڈھونڈ نکالنے کا وسیلہ بن جائیں گے۔ گویا، یونہی کوئی مل گیا تھا سرِ راہ چلتے چلتے۔

یہ ممکن اس طرح ہوا کہ "پلینٹ ہنٹرز ڈاٹ آرگ" نامی ایک ویب سائٹ جو 2010 میں قائم کی گئی تھی اس میں امریکی خلائی ایجنسی "ناسا" کی کیپلر سپیس ٹیلی سکوپ سے لی گئی نظامِ شمسی کی تصاویر دی گئی ہیں۔ یہ ٹیلی سکوپ زمین سے مشابہت رکھنے والے سیاروں کا کھوج لگاتی ہے۔ اس کھوج میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اپنے سورج کے سامنے سے گزرتے ہوئے مذکورہ سیارے پر روشنی بڑھنے کی بجائے نسبتاً کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب ہوائی میں واقع کیک ٹیلی سکوپ کے ذریعے اس کا تفصیلی جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ دراصل اس سیارے کے 4 سورج ہیں اور ایک سورج کے سامنے سے گزرتے ہوئے باقی 3 سورجوں سے آنے والی روشنی کے رستے میں ایک سورج وقتی طور پر حائل ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس سیارے پر باقی 3 سورجوں سے آنے والی روشنی کچھ دیر کیلئے پوری طرح پہنچ نہیں پاتی اور کسی قدر مدھم ہو جاتی ہے۔ یہ سیارہ 5 ہزار لائٹ ائیرز سے تھوڑے سے کم فاصلے پر واقع ہے اور یہ زمین سے 6 گنا بڑا ہے۔ نظامِ شمسی میں ایسا سیارہ جس کے 2 سورج ہوں معمول کی بات ہے لیکن کسی سیارے کے 4 سورج ہونا ایک غیر معمولی بات ہے اور ایسی مثال پہلی دفعہ سامنے آئی ہے۔ رہا یہ سوال کہ 4 سورجوں کی موجودگی میں یہ سیارہ مستحکم کیسے رہ سکتا ہے تو ڈاکٹر لنٹ وَٹ نے بتایا کہ ان 4 سورجوں کی قربت میں موجود 6 دیگر سیارے اسے توازن اور مستحکم مدار فراہم کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

کہکشاؤں کے اتھاہ سمندر میں | سارے سورج تلاش کرنے ہیں
راز جتنے ہیں علم و حکمت کے | اہلِ حق نے ہی فاش کرنے ہیں

(بی بی سی اردو ڈاٹ کام 16.10.2012)

دُنیا کی تیز ترین دُوربین

آسٹریلیا نے دنیا کی تیز ترین دُور بین بنائی ہے۔ جس کے ذریعے خلا میں جھانک کر ستاروں کی پیدائش، دُور دراز کہکشاؤں اور بلیک ہولز کا پتہ لگایا جائے گا۔ "ایسکاپ" نے مغربی آسٹریلیا کے صحرا میں اس غرض سے 36 اینٹینے لگائے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا قطر 40 فٹ ہے۔ اسے آسٹریلیا کے دُور دراز صحرائی علاقے میں لگانے کا مقصد یہ ہے کہ اس پر دیگر ریڈیو سگنلز کم سے کم اثر انداز ہوں۔ طے کردہ شیڈول کے مطابق ساڑھے پندرہ کروڑ ڈالر مالیت کی اس تیز ترین دُور بین کو 5 اکتوبر 2012 سے ریڈیائی تصاویر لینے کا آغاز کرنا ہے۔

(بی بی سی اردو 5 اکتوبر 2012)

تجربہ گاہ میں بننے والے دادا، دادی

جاپان کی کیوٹو یونیورسٹی میں اگرچہ تجرباتی طور پر ایسے چوہوں کے بچے پیدا ہوئے ہیں جن کے دادا، دادی قدرتی طور پر پیدا ہونے والے چوہے نہیں تھے بلکہ انہیں لیبارٹری میں محض ایک "خلیہ" یا "سٹیم سیل" میں سے پروڈیوس کیا گیا تھا۔ تاہم ڈاکٹر ہیاشی کا کہنا ہے کہ انسانوں میں اس تیکنیک کا استعمال فوری طور پر ممکن نہیں کیونکہ ابھی سائنسی پیچیدگیوں کو دُور کرنے کے علاوہ اسے اخلاقی و مذہبی لحاظ سے قابلِ قبول بنانے کے مراحل باقی ہیں۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ان کی اس ریسرچ اور تجربات کا مقصد بانجھ لوگوں میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔ اس نئی کامیابی اور سابقہ کامیابیوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اس نئے تجربے میں "سٹیم سیل" سے براہ راست پروڈکشن کی بجائے "سٹیم سیل" سے پروڈیوس ہونے والی چوہیا کی بچہ دانی سے چوہے کے ان بچوں نے جنم لیا ہے۔ "سٹیم سیل" سے مادۂ منویہ بنانے میں کامیابی تو گزشتہ سال ہی حاصل ہو گئی تھی۔ مگر اب اس مادۂ منویہ سے بیضہ بھی بنایا گیا ہے، جسے لیبارٹری میں "خلیے" یا "سٹیم سیل" سے پروڈیوس ہونے والی چوہیا کی بچے دانی میں رکھ کر اس سے اگلی نسل حاصل کی گئی ہے۔ مگر انسانوں میں اس تیکنیک کے ممکنہ استعمال کے تعلق میں مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے یہ اہم اور بنیادی بات اس نئی کامیابی میں پوری طرح واضح نہیں کی گئی کہ جس بیضہ سے نئی نسل جاری ہوئی ہے کیا وہ لیبارٹری میں پیدا ہونے والے دادا چوہے کے "سٹیم سیل" سے تیار کردہ تھا یا کسی غیر چوہے کے "سٹیم سیل" سے تیار کیا گیا بیضہ تھا؟

(بی بی سی اردو 5 اکتوبر 2012)

کائنات کی تخلیق پر سائنس اور دین کے مکالمے کا باقاعدہ آغاز

یورپ کے اہم سائنسدان سوئٹزرلینڈ میں ایک اہم کانفرنس کر رہے ہیں جس میں پہلی بار دینی ماہرین اور فلسفیوں کو بھی مدعو کیا گیا ہے۔

کانفرنس کے منتظمین کا خیال ہے کہ اس تین روزہ کانفرنس میں بڑے پیمانے پر اختلافِ رائے سامنے آئے گا۔ اس کانفرنس کے ایک مقرر آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر جان لینوکس ہیں جو ایسے سائنسدانوں کے بڑے ناقد ہیں جو دہریہ اور لادین ہیں۔ انہوں نے حال ہی میں پروفیسر سٹیفن ہاکنگ کے اس خیال کو رد کیا تھا کہ یہ کائنات خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ نہیں۔

برسلز میں چرچ آف انگلینڈ کے نمائندے اور شریک منتظم ڈاکٹر گیری وِلٹن کا کہنا ہے کہ ''ہگس بوسون'' کی دریافت نے کائنات کے آغاز کے بارے میں جن سوالات کو جنم دیا ان کے جوابات تنہا سائنسدان تلاش نہیں کر سکتے۔ ''سرن'' کے ڈائریکٹر پروفیسر رالف ہیوئر نے امید ظاہر کی کہ اس کانفرنس کے اختتام پر بہت مختلف پس منظر رکھنے والے مندوبین ہماری کائنات کے آغاز پر بحث شروع کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے الخالقُ البارئُ المصور ہونے اور فتبارك الله احسن الخالقین ہونے کی گواہی دینے کے لئے علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی منازل طے کرنے کا آغاز دہریہ سائنس دانوں کے مرکز میں شروع کر دیا گیا ہے۔

(بی بی سی اردو ڈاٹ کام 16.10.2012)

پیٹ کے درد میں

اخبار جہاں میں ایک مراسلہ دیکھا کہ وطن عزیز میں ایک سرجن نے ایک مریض کا آپریشن کیا اور وہ صاحب تندرست ہو کر ٹانکے لگوا کر گھر چلے گئے۔ لیکن تھوڑے دنوں بعد پیٹ میں درد کی شکایت شروع کر دی۔ عزیزوں نے سوڈا واٹر پلوایا۔ چورن کھلوایا۔ جلاب دیا لیکن شکایت رفع نہ ہوئی اسی عطار سے یعنی اسی ڈاکٹر سے رجوع کیا تو اس نے کہا:

''بابا میرا کام آپریشن کرنا ہے۔ پیٹ کا درد دور کرنا نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے مریض کو وہم ہے اور اس کا علاج جدید ڈاکٹری میں یا قدیم طب تک میں نہیں ہے۔ اس کے آگے حکیم لقمان تک جو زنانہ و مردانہ پیچیدہ وغیرہ پیچیدہ سنجیدہ و غیر سنجیدہ دیرینہ وغیر دیرینہ امراض کے مریضوں کا آخری سہارا تھے، لاچار تھے''۔

عزیزوں کے پرزور اصرار پر ایکسرے کرایا گیا تو آنتوں کے درمیان ایک قینچی نظر آئی۔ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر نے کہا:

''بابا یہ بھی تمہارا واہمہ ہے۔ پیٹ کے اندر بعض ہڈیاں قینچی کی شکل میں ہوتی ہیں''۔

لیکن آج کل زمانہ ایسا آن لگا ہے کہ لوگ ڈاکٹر کی زبان کا کم ایکس رے کا زیادہ اعتبار کرتے ہیں۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب اپنے فن کے ماہر ہیں۔ جس کی شہادت ان کے مریض دیں گے۔ جن میں سے آدھے اس دنیا میں ہیں اور آدھے اُس دنیا میں بے تابی سے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

آخر ایک دوسرے سرجن نے آپریشن کیا اور اسے حسن اتفاق کہیئے کہ قینچی نکل بھی آئی۔ اتنی سی بات تھی جسے لوگوں نے یعنی مذکورہ مریض کے لواحقین نے جو بصورت دیگر ان کے پسماندگان کہلاتے، افسانہ کر دیا۔ آخر قینچی ہی تو تھی کلہاڑا تو نہیں تھا اور یہ پہلے ڈاکٹر کی دیانت اور سیر چشمی نہیں تو کیا ہے کہ انہوں نے قینچی کو دیکھ کر کہا:

''یہ میری نہیں ہے مریض چاہے تو اسے اپنے پاس رکھ سکتا ہے''۔

اگر بالفرض قینچی ان ڈاکٹر صاحب کی تھی بھی تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس نے مریض کے پیٹ میں اپنی طرف سے کچھ ڈالا ہی، کچھ نکالا تو نہیں۔ اگر مریض کے پیٹ میں پہلے سے قینچی ہوتی اور ڈاکٹر صاحب اسے نکال کر اپنی جیب میں ڈال لیتے تو البتہ اعتراض کی بات ہوتی۔ مریض کو تو خوش ہونا چاہیئے کہ اسے بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی چیز مل گئی۔ ہم نے پچھلے دنوں آپریشن کرایا اس میں سے تو کچھ نہیں نکلا جو ہمارے کام آ سکتا۔ بہر حال یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔

قینچی کے بڑے فائدے ہیں۔ اس سے بال کاٹے جا سکتے ہیں۔ ناخن کاٹے جا سکتے ہیں۔ لوگوں کے کپڑے کاٹے جا سکتے ہیں۔ پورے کپڑوں کے علاوہ خالی جیبیں بھی کاٹی جا سکتی ہیں اور بے روزگاری کا مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کارخانے وغیرہ کے افتتاح کا فیتہ کاٹنے کیلئے بھی قینچی درکار ہوتی ہے۔ اس کے بغیر کارخانہ نہیں چل سکتا گویا ساری مشین ایک طرف اور قینچی ایک طرف۔ انسان کا رشتہ حیات جلد قطع کرنے کیلئے سگریٹ مجرب اور آزمودہ چیز ہے۔ شاید اسی لئے ایک مشہور سگریٹ کا نام قینچی رکھا گیا۔

اس معاملے کا ایک قانونی پہلو بھی ہے۔ اس مریض سے دریافت کرنا چاہیئے کہ اس نے اتنے دن یہ قینچی کیوں اپنے پیٹ میں چھپائے رکھی؟ یہ اسپتال کی جائیداد تھی۔ مریض کے باوا کا مال نہیں تھا۔ اسپتال میں اس کی کسی بھی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے۔ کسی نرس کو اپنے ناخن کاٹنے ہوں، بھویں تراشنی اور چتون تیکھی کرنی ہو، کسی ڈاکٹر کو اخبار سے معمہ کاٹنا ہو کہ آپریشن بھی کرتے جائیں، دل بہلانے کے لئے غور وفکر بھی کرتے جائیں کہ ذیل کے فقرے میں

اکبر کے زمانے میں .... اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ خالی جگہ میں لفظ ''شیر'' رکھنا زیادہ مناسب ہوگا یا ''بھیڑ'' زیادہ موزوں رہے گا۔ جو محاورے سے دور لیکن عقل کے زیادہ قریب ہے۔ بہر حال اس مریض کے خلاف پرچہ کٹنا چاہیئے اور اسی قینچی سے کٹنا چاہیئے تا کہ آئندہ کوئی مریض 'چھری' چاقو قینچی، بستر کی چادر، تکیہ، ڈاکٹر صاحب کی عینک، اسٹیتھو سکوپ، نرس کی نیل پالش یا لپ اسٹک، وارڈ بوائے کی نسوار کی ڈبیہ یا فلمی گانوں کی کاپی اٹھا کر اپنے پیٹ میں نہ رکھ لے۔ آج کل کے مریضوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ ایک مریض کے پیٹ میں سے تو آپریشن کرنے پر داڑھی نکلی۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کی اپنی نہیں تھی۔ اس ڈاکٹر کی تھی جنہوں نے کہیں پہلے ان کا آپریشن کیا تھا۔ بے چارے بہت دنوں لوگوں سے منہ چھپائے پھرتے رہے جب تک کہ نئی داڑھی نہیں آ گئی۔

(ابن انشاء کے مضمون 'پیٹ ہے درد میں' سے ماخوذ)

خاموش ہو جاؤ ورنہ.......

پاگل خانے میں آنے والے ایک نئے مریض کا معائنہ کرنے پر ڈاکٹر کو وہ شخص صحتمند معلوم ہوا۔ اس پر ڈاکٹر نے اس سے پوچھا! کہو میاں یہاں کیسے پہنچے؟

مریض کہنے لگا کہ دراصل کچھ عرصہ پہلے میں نے ایک بیوہ سے شادی کر لی جس کی ایک جواں سال بیٹی بھی تھی۔ اتفاق سے اس کی جواں سال بیٹی میرے باپ کو پسند آ گئی تو میرے باپ نے اس سے نکاح کر لیا یوں میری بیوی میرے باپ کی ساس بن گئی کچھ عرصے بعد میرے باپ کے گھر میں جو بیٹی پیدا ہوئی وہ رشتے میں میری بہن لگی کیونکہ میں اُس کے باپ کا بیٹا تھا اور دوسری طرف وہ میری نواسی بھی لگتی تھی کیونکہ میں اس کی نانی کا خاوند تھا۔ گویا میں اپنی بہن کا نانا بن گیا پھر کچھ مدت کے بعد میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو وہ لڑکی میرے بیٹے کی سوتیلی بہن لگتی تھی کیونکہ میرا بیٹا اُس کی ماں کا بیٹا تھا اور دوسری طرف سے وہ اس کی دادی بھی لگتی تھی کیونکہ وہ میری سوتیلی ماں تھی چنانچہ میرا بیٹا اپنی دادی کا بھائی بن گیا ڈاکٹر صاحب ذرا سوچیے میرا باپ میرا داماد ہے اور میں اپنے باپ کا سسر ہوں میری سوتیلی ماں میرے بیٹے کی بہن ہے یوں میرا بیٹا میرا ماموں بن گیا اور میں اپنے بیٹے کا بھانجا۔ وہ مریض ابھی یہاں تک ہی پہنچا تھا کہ ڈاکٹر نے اپنا سر پکڑ لیا اور چیخ اُٹھا کہ خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ! ورنہ میں بھی پاگل ہو جاؤں گا۔

ذرا اِسے پڑھیئے!

پاقصطان حمارا ملق ہے۔ حمیں عص صے مہبّط ے۔ عاج قل ملق قے ہالاط دیکح قر صخط دُکح حوطاے کح حمارے وتن قا قیا عنجام حوگا۔

حماری قوشش عور دُآ حونی چاحیئے قہ خدا عص پر رہم قرے عور اس قو طباحی صے مہفوز رقحے۔

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

(آصف علی پرویز)

1894 کی سردیوں کی ایک شام تھی۔ اکثر طلباء اور پروفیسر اپنے گھروں کو جا چکے تھے مگر پروفیسر جان تھامسن اپنی لیبارٹری میں ایک تجربے میں مصروف تھا۔ اُس نے ایک شیشے کی ٹیوب کے اندر سے جس حد تک ممکن ہوسکا ہوا نکال دی۔ اور پھر اس ٹیوب کی ایک طرف بجلی کی مثبت چارج والی تار اور دوسری طرف منفی چارج والی تار کا کرنٹ دیا تو اسے ٹیوب کے اندر روشنی دکھائی دینے لگی (جیسے آجکل گھروں میں شیشے کی ٹیوب لائٹ، بجلی کا بٹن دبانے سے روشن ہو جاتی ہے) اسپر وہ گہری سوچ میں پڑ گیا کہ یہ روشنی کیونکر پیدا ہوئی؟ وہ بار بار یہ عمل دوہراتا اور اس عمل کے نتیجے میں روشنی کے پیدا ہونے پر غور کرتا رہا اور ایک لمبے عرصے تک اس نے تجربات کو جاری رکھا۔ جن میں اس نے مشاہدہ کیا کہ اس روشن ٹیوب پر مقناطیس کی کوائل رکھنے سے ٹیوب کے اندر موجود روشنی کی شعاع مقناطیس کی طرف مُڑ جاتی ہے۔ (ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کا ذکر آگے آئے گا)۔ طویل غور و فکر اور مسلسل تجربات کے بعد بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ شیشے کی ٹیوب کے اندر بچی کھچی ہوا (جو گیسوں پر مشتمل ہوتی ہے) کے ایٹم بجلی کے کرنٹ سے پھٹ جاتے ہیں اور شیشے کی ٹیوب میں دیکھی جانے والی روشنی پھٹنے والے ایٹموں کے منفی چارج رکھنے والے ذرّات کی ہے۔ (جنہیں الیکٹران کا نام دیا گیا) چنانچہ جان تھامسن نے ایٹم کو پھاڑنے اور ایٹم کے اندر منفی چارج رکھنے والے ذرّات کی دریافت کا اعلان کر دیا۔

گزشتہ مضمون میں اس بات کا ذکر کیا گیا تھا کہ ہم آپ کو ذرّے (یعنی Atom) کے اندر پائی جانے والی حیرت انگیز دنیا کی سیر کرائیں گے اور اس سیر کے دوران آپ کو خدا تعالیٰ کے خلّاق العلیم ہونے، اس کے مالک ہونے، اس کے پالنہار ہونے اور اس کے واحد لاشریک ہونے کی جھلکیاں جابجا دیکھنے کو ملیں گی۔ آیئے ہم ایٹم کی اس دنیا کی طرف بڑھتے ہیں۔

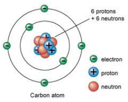

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس کائنات کی ہر مادی چیز خواہ وہ دھات کی مانند کوئی ٹھوس چیز ہو، پانی کی طرح مائع شکل میں ہو یا ہوا کی طرح گیس کی صورت میں ہو، وہ دراصل ایٹموں ہی کا مجموعہ ہے۔ جیسے اینٹوں سے بنا ہوا ایک مکان اینٹوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز تک سائنسدانوں کا یہ خیال تھا کہ ایٹم ایک بنیادی اکائی ہے جسے مزید تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ مگر جان تھامسن کے اوپر بیان کردہ تجربے اور الیکٹران کی دریافت کے بعد یہ خیال غلط ثابت ہو گیا۔ یہ ذرہ جو روشنی پیدا کرتا اور منفی چارج والا ہوتا ہے۔ اس ذرے کا وزن اس قدر کم ہوتا ہے کہ اسے بیان کرنا بھی خاصا مشکل کام ہے۔ ایک الیکٹران کا وزن 9/1000000000000000000000000000000 گرام ہوتا ہے۔ یہ اتنا چھوٹا ہندسہ ہے کہ اسے روزمرہ کے حساب کی زبان میں بیان ہی نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا اس کو سائنسی حساب کے انداز میں 9x10_29 لکھا جاتا ہے۔ الیکٹران کے سائز اور حجم کو سمجھنے کے لئے یہ مثال دی جاسکتی ہے کہ لفظ الیکٹران کے نون میں کھرب ہا کھرب الیکٹران ڈال دیے جائیں تو پھر بھی اس نون جتنی جگہ میں گنجائش باقی ہوگی کہ اس میں مزید اتنے ہی الیکٹران اور ڈالے جاسکیں۔ اس قدر مخفی الوجود ہونے کے باوجود غالب خیال یہی ہے کہ کائنات کی تخلیق کے وقت جو ذرہ سب سے پہلے تخلیق کیا گیا ہوگا وہ ممکنہ طور پر الیکٹران ہوسکتا ہے۔

ایٹم پر بحیثیت مجموعی کوئی (منفی یا مثبت) چارج نہیں ہوتا۔ لہٰذا سائنسدانوں کا دھیان اس طرف گیا کہ ایٹم کے اندر الیکٹران کے علاوہ مثبت چارج رکھنے والا کوئی ذرہ بھی ضرور موجود ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس منطق اور سائنسی مفروضے پر کی جانے والی تحقیق سالہا سال تک جاری رہی اور

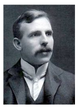

بالآخر 1919 میں Lord Rutherford نے مثبت چارج والا ذرہ دریافت کرلیا۔ جس کا نام پروٹون رکھا گیا۔ بعد کی ریسرچ اور تجربات سے معلوم ہوا کہ پروٹون، الیکٹران سے 1836 گنا زیادہ وزنی ہے۔

مثبت چارج رکھنے والے ذرّے پروٹان کی دریافت کے 13 سال بعد 1932 میں ایک اور سائنسدان پروفیسر Chadwick نے ایٹم کے اندر ایک تیسرا ذرہ ڈھونڈ نکالا جسے نیوٹرون کا نام دیا گیا۔ اس ذرے پر مثبت یا منفی کوئی چارج نہیں ہوتا۔

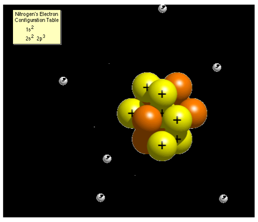

ایٹم کے اندر کی دنیا کیسی ہوتی ہے؟ اس کا نقشہ ایٹم کے اس ماڈل میں دکھایا گیا ہے۔ عین درمیان میں ایٹم کا مرکز ہوتا ہے جہاں پروٹون اور نیوٹرون رہتے ہیں اور ان کے اردگرد ایک معیّن حسابی فارمولے کے مطابق الیکٹران گردش کرتے ہیں۔ (اس کی مزید تفصیل آئندہ مضامین میں وقتاً فوقتاً بیان ہوتی رہے گی)

ایٹم کو پھاڑنے کی اہمیت

اگر دنیا کے کسی بھی سائنسدان سے پوچھا جائے کہ وہ اہم ترین دریافت کون سی ہے جس کے نتیجے میں گزشتہ 100 سالوں میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی دنیا میں عظیم انقلاب رُونما ہوا تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ ایٹم کا پہلی بار پھاڑا جانا ہی بلاشبہ جدید دور کا اہم ترین سائنسی کارنامہ ہے۔ جس کا سہرا بلاشبہ جان تھامسن کے سر جاتا ہے۔ چنانچہ اس عظیم دریافت پر جان تھامسن کو 1906 میں فزکس کے نوبل انعام سے نوازا گیا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ سورۃ یونس کی آیت نمبر 62 اور سورۃ السبا کی آیت نمبر 4 کا قرآن مجید میں تکرار کے ساتھ 2 مختلف سورتوں میں بیان ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان آیات میں کوئی غیر معمولی بات بیان فرما رہا ہے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۶۲﴾ (سورۃ یونس)

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۴﴾ (سورۃ السبا)

اور ان آیات میں مذکور لفظ ''اصغر'' میں ایٹم سے چھوٹے دیگر ذرات کی موجودگی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور ''خلّاق العلیم'' خدا نے ہی ''کتاب مبین'' (یعنی رموزِ فطرت اور قوانینِ قدرت کی کھلی کتاب) میں ''اصغر'' اور ''اکبر'' ذرّات کے راز کو مکنون فرمایا ہے۔

سائنس کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میرے خیال میں رموزِ فطرت اور قوانینِ قدرت ہی ذرّات کی وہ ''کتاب مبین'' ہے جس کا ذکر ان آیاتِ قرآنی میں کیا گیا ہے۔ عجیب تصرّفِ الٰہی ہے کہ امام آخرالزماں علیہ السلام کے ظہور کے ساتھ جہاں قرآنی معارف کی ''کتابِ مبین'' اہلِ دنیا پر آشکار ہونا شروع ہوئی وہاں قوانینِ قدرت اور رموزِ فطرت کی ''کتابِ مبین'' میں مذکور ذرّات کا دفترِ اسرار بھی دنیا پر ظاہر ہونے لگا۔ وگرنہ اس سے پہلے یہ ذرّات موجود ہونے کے باوجود دنیا کی نظر سے اوجھل رہے۔ الہامی روشنی سے منوّر امامِ آخرالزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر الفاظ و معانی کے اَسرار سے کس قدر لبریز ہے:

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اَسرار کا

ابھی تک تو خلّاق العلیم خدا کی طرف سے ذرّے میں پنہاں ان بے حد و شمار دفاتر اسرار میں سے چند ابتدائی امور ہی کا ذکر اور وہ بھی بہت اختصار اور اجمال کے ساتھ کیا جاسکا ہے۔ کچھ دیگر امور کا ذکر ان شاءاللہ آئندہ ہوگا۔

المنارنامہ

مکتوب مبارک

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

لندن
16-10-12

مکرم عطاء الجیب راشد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے ''المنار'' کا تازہ شمارہ بابت اکتوبر 2012 موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ماشاءاللہ اچھی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اَور زیادہ برکت عطا فرمائے اور آپ کا اور آپ کے کارکنان کا ہمیشہ حامی وناصر ہو۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

مکرم مظفر مرزا صاحب کی دَورِ طالب علمی کی یادداشتوں سے معلوم ہوا کہ وہ میرے شہید بھائی مکرم منیر احمد شامی صاحب کے کلاس فیلو رہے ہیں۔ البتہ اپنے کلاس فیلوز کے ذکر میں مکرم مبارک احمد انصاری صاحب اور مکرم سعید اللہ خان صاحب کا نام لگتا ہے اُن سے سہواً رہ گیا ہے۔ اگر مظفر مرزا صاحب کا ای میل ایڈریس مل جائے تو ان سے اپنے شہید بھائی کے حوالے سے اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

(محمد شریف خان۔ فلاڈلفیا۔ یو ایس اے)

بے حد مبارکباد کے مستحق ہیں اس قدر دِل چُھو لینے والی تحریروں پر مشتمل المنار کے لئے۔ تعلیم الاسلام کالج کی حسین یادیں ہمیں بھی اپنے ماضی میں لے گئیں۔ یہ بہت اچھا سلسلہ ہے، اسے جاری رکھیں۔ ''ذرّوں کی کہانی'' میرا پسندیدہ ٹاپک ہے۔ ''اردو کے آخری امتحان'' نے تو مزہ دوبالا کر دیا۔ اس خوبصورت تحفے پر اللہ آپ کا بھلا کرے۔

(کوثر کامران)

المنار سے بہت محظوظ ہوا۔ مضامین میں اپنے بزرگوں کا ذکر اچھا لگا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(عبدالحمید زرگر۔ کینیڈا)

☆ نادار اور مستحق طلبہ کی امداد کے فنڈ میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی طرف سے 2 لاکھ روپے کے برابر رقم پاکستان بھجوائی گئی تھی۔ الحمد للہ۔ امسال 2012 میں ایسوسی ایشن کی طرف سے اس فنڈ میں مزید 4 لاکھ روپے بھجوائے گئے ہیں۔ ثم الحمد للہ۔ یہ جائزہ لے لیں کہ کیا اس کارِ خیر میں کچھ آپ کا بھی حصہ ہے؟ اگر آپ نے ابھی تک اس میں شمولیت نہیں کی تو تاخیر نہ کریں اور جلد از جلد اپنا چیک TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION کے نام بنا کر المنار کے صفحہ اوّل پر دیئے گئے پتے پر ارسال کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تعلیم الاسلام کالج

اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبران

قسط ششم

نعمان محمود صاحب
عرصہ تعلیم 1981-1977ء

عامر انیس صاحب
عرصہ تعلیم 1980-1978ء

ڈاکٹر بشارت احمد نذیر صاحب
عرصہ تعلیم 1966-1962ء

شاہد رضوان خان صاحب
عرصہ تعلیم 1974-1970ء

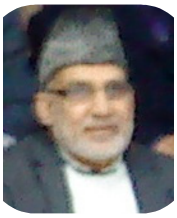

اعجاز احمد صاحب
عرصہ تعلیم 1962-1960ء

سلمان محمود صاحب
عرصہ تعلیم 1987-1985ء

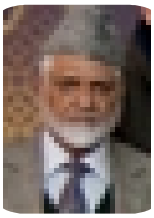

راجا مسعود احمد صاحب
عرصہ تعلیم 1968-1966ء

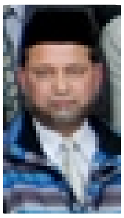

عبدالخالق تعلقدار صاحب
عرصہ تعلیم 1972-1970ء

عطاء المنان کاشف صاحب
عرصہ تعلیم 2001-2000ء

سمیر نوید صاحب
عرصہ تعلیم 1994-1989ء

تعلیمی اور تفریحی وزٹ

☆ 2 دسمبر کو کیمبرج کا ایک تعلیمی اور تفریحی وزٹ ہوگا۔ (انشاءاللہ)۔ اس دلچسپ ٹور میں شامل ہونے والے خواہش مند سابق طلباء مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب سے (فون نمبر 07903981420 پر) جلد از جلد رابطہ کر لیں۔ آپ کی شمولیت باعث مسرت ہوگی۔ جزاکم اللہ۔